نزول قرآن کے مقاصد کی روشنی میں ترجمہ قرآن کی مختصر اہمیت

ڈاکٹر زاہدہ شبنم☆

قرآن کریم کا مرکزی موضوع انسان ہے اور نزول قرآن کریم کے بنیادی مقاصد انسان کی اصلاح، فلاح اور ارتقائے خیر کے ساتھ ساتھ کامیاب ترین انسان محمد رسول اللہ ﷺ کی صداقت بیان کر کے اس کے حق قیادت کی دلیل و برہان بنتا ہے۔ ان چاروں مقاصد میں سے اولین مقصد انسانیت کی اصلاح ہے۔ یہ اصلاح انسان کی ذات کے لیے بھی ہے اور انسانوں کے میل جول سے وجود میں آنے والی معاشرتی، معاشی، سیاسی وغیرہ یعنی اجتماعی زندگی کے لیے بھی ہے۔ اصلاح سے مراد روح، عقل اور جسد انسانی تینوں کی درستگی ہے۔

(الف) روح یعنی نفس اور قلب کی اصلاح:

انسانی خواہشات، مرضیات اور خیالات کی اصلاح روحانی اصلاح کہلاتی ہے، انسان مختلف اشیاء، امور، حوادث سے متاثر ہوتا ہے۔ اوران کے اثرات اس کے نفس اور قلب پر کندہ ہو جاتے ہیں تو اس وقت قرآن مجید یہ حیرت انگیز کارنامہ سرانجام دیتا ہے کہ اپنے معجزنما پیرایۂ بیان اور دلنشین اسلوب کی مدد سے انسان کے قلب اور نفس کو ان اثرات بد سے نکال کر اس کے احساسات لطیفہ کو بیدار کرتا ہے۔ اسے خیالات پاکیزہ عطا کرتا ہے، مرضیات ممدوحہ سے نوازتا اور نیک خواہشات کی آماجگاہ

☆ لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور

بناتا ہے۔اور اسی سے انسان محسوس کرتا ہے کہ گویا وہ ایک نئی زندگی میں ہے.

﴿اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ تَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُہُمۡ بِذِکۡرِ اللّٰہِ ؕ اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ﴾ (سورۃ الرعد آیت نمبر ۲۸)

(ب) عقل یعنی شعور اور فکر کی اصلاح:

غور فکر اور شعور وتصورات کی اصلاح سے عقل درست ہوتی ہے اور روحانی تربیت سے غذا پاکر خود الہامی رہنمائی حاصل کرتی اور دیگر انسانی قوتوں کے لیے رہنما کا کام کرتی ہے۔قرآن کریم نے متعدد مقامات پر اپنی آیات وہدایات کے ذریعے عقول کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی ہے۔عقائد وتصورات میں پختگی اور قوت استدلال کے اعجاز سے عقل انسانی کی تعمیر واصلاح کے الہامی راستے کھلتے اور سر بستہ رازہائے کائنات منکشف ہوتے جاتے ہیں۔قرآن کریم روح کی اصلاح اس انداز میں کرتا ہے کہ یہ عظیم قوت روح عقل کے راستوں کو منور کر سکے اور تاریک راہوں میں اس کی رہنمائی کر سکے۔روح وعقل کی ذاتی واجتماعی اصلاح کے لیے قرآن کریم ہی کامل اور اساسی نصیحت نامہ ہے جو کہ اصلاح کے لیے صرف دلائل ہی پیش نہیں کرتا، بلکہ اس کے ناصحانہ کردار کو جاندار بنانے کے لیے متاثر کن قوت استدلال کے ساتھ مرعوب کر دینے والا اسلوب بھی رکھتا ہے.

(ج) اخلاقی وعملی اصلاح

اصلاح کی یہ قسم انسانی جسم کی ظاہری صورت میں ڈھل کر اسے انسانیت کی معراج عطا کرتی ہے اور قرآن کریم نے جسد انسانی کو روحانی اور عقلی قوتوں کے زیر اثر رہنے اور بغاوت سے محفوظ رکھنے کے لیے اسے عبادت ومعاملات اور اخلاق وعادات کا باقاعدہ نظام دیا ہے جسے اختیار کرنے اور اسے عملی زندگی کا حصہ بنانے سے بہترین انسان کی اعلیٰ صورت گری ممکن ہو جاتی ہے.

(2-3) انسان کو اللہ نے فطری خواہشات واحتیاجات میں فلاح وتعمیر اور ارتقائے خیر کا تصور دیا ہے جس کے حصول کے لیے ہر انسان کسی نہ کسی حد تک جہد مسلسل میں لگا رہتا ہے تا آنکہ وہ اس دنیائے فانی سے کوچ کر جائے۔دنیاوی فنا کے باوجود انسان کی بقا، عدل وانصاف اور اتباع حق

وبطلان باطل کے جذبات وخواب (تصورات) عطا کیے، جن کی عملی تعبیر کے لیے انسان مختلف حیلے کرتا ہے، قرآن کریم نے انسان کی ان فطری خواہشات واحتیاجات کو مدنظر رکھا اور اس کو فلاح انسانی کا ایک جامع، مربوط اور منظّم نقشہ عطا کیا۔ پھر اس نقشہ میں رنگ بھرنے کے لیے انسانی اصلاح کا نظام دے کر اسے مضبوط، پائیدار اور زندہ بنیاد مہیا کی۔

(4) قرآن کریم جس طرح انسانی ذات واجتماع کی اصلاح کے لیے مؤثر اسلوب بیان اور معجزانہ پیرائیہ اظہار سے لبریز ہے۔ اسی طرح انسانی فلاح وارتقائے خیر کے لیے فکر آخرت، جنت وجہنم، جزا وسزا، عدل وانصاف اور معاش ومعاد کی بہترین صورتوں سے آگاہی اوران کے اختیار کی ترغیب اور دنیا کے کامیاب ترین قائد محمد رسول اللہ ﷺ کے حق قیادت وسیادت وبعثت کی صداقت اور دلیل وبرھان کے طور پر سیرت طیبہ ﷺ کی ضرورت، اہمیت اور اتباع پر اثر آفرین اعجاز کے ساتھ مضبوط قوت استدلال بھی رکھتا ہے۔

نزول قرآن، علوم قرآن، ابلاغ قرآن اور تعلیم قرآن پر کام کرنیوالے ماہرین نے جتنے بھی مقاصد نزول قرآن بیان کیے ہیں وہ ان چاروں کے گرد گھومتے ہیں۔ مولانا مالک کاندھلوی نے بہت سے مقاصد کا تذکرہ کر کے انہیں ۴ اساسی مقاصد کے ذیل کے طور پر بیان کیا ہے، ان کے نزدیک یہ چار اساسی مقاصد یہ ہیں:

(ا) انسان کو مبداء ومعاد کی حقیقت سے آگاہ کرنا۔

(ب) آخرت کا تصور اجاگر کرنا اور دنیا کی بے ثباتی کا تذکرہ کرنا۔

(ج) انسان کو حق تعالی کا احسن تقویم بنا کر اسے مسخر کائنات بنانا، پھر خالقیت کی پہچان اور اس کی اطاعت وبندگی پر آمادہ کرنا۔

(د) معاش ومعاد کی اصلاح اور امن عالم کا صرف کتاب ہدایت اور پیغمبر ﷺ کی پیروی میں مضمر ہونے کا بیان۔

ان چاروں اساسات سے ۴ چیزیں ہی سامنے آتی ہیں۔

۱۔ فکر آخرت اور حقیقت مبدا و معاد سے آگاہی کے ذریعے اصلاح نفس کے ساتھ اجتماعی اصلاح کرنا۔

۲۔ تسخیر کائنات سے فلاح انسانی کا کام لینا۔

۳۔ معاش و معاد کی اصلاح وارتقائے خیر کے لیے۔

۴۔ محمد رسول ﷺ کی صداقت وامانت کی دلیل و برھان بننا۔

پھر جب ہم گہرائی میں اتر کران امور کا جائزہ لیتے ہیں، تو ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کو دو قوتیں دی گئیں:

۱۔قوت نظریہ

۲۔قوت عملیہ

انہیں دونوں قوتوں کی اصلاح و درستگی اور خرابی پر انسان کی سعادت وشقاوت موقوف ہے، اور انسان ان دونوں قوتوں کی اصلاح اور کمال تربیت کے بغیر مقام سعادت حاصل نہیں کرسکتا۔

ترجمہ قرآن کی اہمیت:

نزول قرآن کے مقاصد کی روشنی میں اگر ہم ترجمہ قرآن کی اہمیت وضرورت کا اندازہ لگانا چاہیں تو مشکل نہیں، کیونکہ عربی زبان کو سمجھنے اور اس پر عبور رکھنے، بلکہ عربی زبان جن تعلیم یافتہ افراد کی مادری زبان ہے، وہ بھی متن قرآن کی تفہیم وتوضیح کے لیے تفسیر کا سہارا پکڑتے ہیں، نہ صرف تفسیر وتوضیحات کا، بلکہ ادق اور مشکل ومشترک الفاظ واحکام کے معانی معلوم کرنا اہل اللغۃ کے لیے ضروری ہے، اسکی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید الٰہی کلام ہے جو اپنے اسلوب، ترکیب، تنظیم، احکام اور معانی میں فقید المثال اعجاز کا حامل ہے۔ اس لیے یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ ترجمہ قرآن کی بنیاد عہد رسالت میں ہی پڑ گئی تھی۔ رسول ﷺ قرآن کے معانی بیان فرمایا کرتے تھے، جیسا کہ بخاری شریف کی کتاب التفسیر

میں " وقب"کا معنی بیان کیا گیا ہے،اس طرح بہت سارے دیگر الفاظ کے معانی اور کلمات وتراکیب کے مفاہیم سمجھانے کے بارے میں روایات موجود ہیں۔جیسے " نـــخـــرـــة"(النازعات)" عبس" (عبس) " مسفرة " (عبس)، " وسق" (الانشقاق)، " سجرت اور "عسعس" (التکویر)" بمصیطر "(الغاشیة)" عاملة ناصبة"(الغاشیة)" المطمئنه"(الفجر)،وغیرہ۔

پھر عہد صحابہؓ میں بھی معانی قرآن کی تفہیم صحابہؓ ایک دوسرے سے کرتے رہے،معانی کے ذریعے قرآن کی تفہیم ہی ترجمہ قرآن کی بنیاد ہے۔پھر قرآن مجید کے معانی ومفاہیم اور دیگر زبانوں میں تراجم کی پسندیدگی اگرچہ مقاصد نزول قرآن کے حصول میں نہایت ضروری ہے لیکن باری تعالیٰ کے ارشادات نے اس اہم ذمہ داری کو ضرورت سے بڑھا کر فرض کفایہ کا درجہ دیا ہے۔[فلو لا نفر من کل فرقة......](سورۃ التوبہ:۱۲۲)

بعثت رسول ﷺ کا مقصد،تلاوت آیات کے ساتھ تزکیہ نفس اور تعلیم کتاب وحکمت بھی ہے تعلیم کتاب میں معانی وترجمہ بھی شامل ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

☆ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَه فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَه](سورۃ القیامۃ:۱۹،۱۸،۱۷)

☆ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِه وَيُزَكِّيْهِمْ(سورۃ الجمعہ:۲)

☆ [وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاس الخ](سورۃ العنکبوت:۴۳)

علماومفسرین اور مترجمین کے ہاں قرآن کریم کے معانی ومفاہیم معلوم کرنا ہمیشہ محبوب رہا حتی کہ بعض نے حفظ قرآن پر معانی قرآن کے فہم کو ترجیح دی۔حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قول امام السیوطیؒ نے ابن الانباری کے حوالے سے''الاتقان''میں نقل کیا ہے:

''بے شک یہ بات مجھے بہت زیادہ پسند ہے کہ قرآن کریم کی کسی آیت کریمہ کی معرفت حاصل کروں بہ نسبت اس کے کہ میں ایک آیت کریمہ حفظ کروں''۔

علامہ سیوطیؒ نے علما کا اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ معانی قرآن کا علم فرض

کفایہ ہے، اگر چہ تفسیر قرآن ترجمہ نہیں، لیکن ترجمہ قرآن، قرآن کی بعینہ Translation کی بجائے ترجمانی ہوتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ تفسیر قرآن کے فضائل میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے، وہ سب ترجمانی قرآن کی فضیلت بھی ہے۔ معانی قرآن کا فہم بزرگ ترین علم اور بہترین پیشہ کہلایا۔

ترجمہ قرآن کی اہمیت کا اندازہ مسلم علما کو تو تھا ہی لیکن راسخ العقیدہ مسلم حکمرانوں نے بھی اس کی ضرورت کا احساس کیا، یہی وجہ ہے کہ اس وقت تراجم قرآن مجید کم وبیش ۱۰۳ زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں، ترجمہ قرآن مجید کے باقاعدہ مراکز بھی قائم کئے گئے۔ یا پھر بعض مراکز قرآن میں ترجمہ قرآن کے شعبہ جات قائم کیے گئے، اس سلسلے میں مجمع الملک فہد نے ۴۰ زبانوں سے زائد زبانوں میں تراجم قرآن شائع کیے ہیں، ایران کے ''مرکز ترجمہ قرآن بزبان ہائی خارجی'' نے تراجم قرآن میں اغلاط کی نشاندھی کے لیے ۴۰۰۰ مطبوعہ نسخہ ہائے تراجم جمع کیے، جو ۹۵۰ تراجم پر مشتمل ہیں۔

ترجمہ قرآن کے مقاصد:

ترجمہ قرآن کی شرائط پر بحث کرنے سے پہلے قرآن کریم کے مقاصد نزول کا تذکرہ مناسب ہوگا، کیونکہ جب تک مقاصد نزول قرآن کریم سے کما حقہ آگاہی نہ ہو قرآن مجید کے ترجمہ کے مقاصد طے نہیں ہو سکتے، اور کسی بھی چیز کے مقاصد ہی سے اس کی اہمیت وضرورت کا اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ مترجم قرآن کے لیے قرآن اور ترجمہ قرآن کے مقاصد کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا اور ان مقاصد کے مطابق ترجمہ قرآن کے تقاضوں اور شرائط کو سمجھنا اور پھر ان شرائط پر عمل پیرا ہونا لازمی ہے۔

ترجمہ قرآن مجید کے بڑے مقاصد یہ ہیں:

(i) احکام الٰہیہ پر مشتمل کتاب ہدایت کی بلاواسطہ تفسیر وتاویل کرنا اور غیر عربی ''اطاعت شعاروں'' کو اللہ کی مرضی ومنشا سے آگاہی دینا۔

(ii) قرآن کریم کو، جو کہ سیرت رسول اللہ ﷺ کی عملی اور کتابی شکل ہے غیر عربی زبان دانوں تک بغیر کسی واسطے کے پہنچانا۔

(iii) شریعت اسلامیہ کو فقہی اور ذاتی اختلافات میں قرین رضائے تعالیٰ حکم کا فہم حاصل کرنا۔

(iv) قرآن کریم کے کلمات و معانی کے پر اثر اعجاز سے غیر عربی افراد کے لیے جس حد تک ممکن ہو استفادہ کی سہولت مہیا کرنا۔

آج بے شمار مسلم و غیر مسلم ایسے ہیں جنہیں اسلام پر عمل کرنے یا اسلام کی حقانیت کو قبول کرنے کی ترغیب صرف قرآن مجید یا اس کے ترجمہ سے حاصل ہوئی، ترجمہ قرآن مجید کے یہ چاروں مقاصد اگرچہ باکمال تو حاصل نہیں ہو سکتے کہ انسانی کاوش نقص سے پاک نہیں اور نہ ہی اثر خیز اعجاز سے مزین ہو سکتی ہے، لیکن عام مشاہدہ یہ ہے کہ ترجمہ قرآن حکیم سے ان چاروں مقاصد کے حصول میں بہ نسبت تفسیر و فقہ کے زیادہ سہولت پیدا ہوئی۔ اس وقت مسلمانوں میں بدعات و خرافات کا بازار گرم ہے، عالم کفران بدعات وخرافات کو اسلامیانے کے عمل میں میڈیا کی بھرپور سرپرستی کر رہا ہے، کیونکہ جہاں سے سنت اٹھتی ہے وہاں بدعت آتی ہے، جہاں سے حیا جاتی ہے، وہاں بے حیائی آتی ہے جہاں اللہ کی فرمانبرداری کا جذبہ مفقود ہوتا ہے وہاں شیطان کی دوستی کا راستہ ہموار ہوتا ہے کہ انسانی فطرت میں بمصلحت جذبہ اطاعت، اللہ نے پیدا کر رکھا ہے، اگر یہ جذبہ اطاعت نہ ہوتا تو انسان کسی کی حکمرانی، کسی کی سیادت و قیادت اور کسی بزرگ یا والدین کی فرمانبرداری کرنے سے عاجز ہوتا۔ اگرچہ اس کی ایک حد ہے، بہر حال ان بدعات وخرافات کے خاتمے اور سنت کے احیاء سے ہی مسلم معاشرہ دوبارہ سفر ارتقائی پر گامزن ہو سکتا ہے اور اس کے لیے ترجمہ قرآن ایک بہترین ذریعہ ہے، اس دور میں جہاں علما کرام وعظ و نصیحت اور تفسیر و فقہ کی دعوت و اشاعت پر انتھک کوشش کرنے کے باوجود عوام میں وہ بیداری اور جذبہ اطاعت الٰہی پیدا نہ کر سکے، وہ فہم قرآن اور ترجمہ قرآن نے بہت جلد اور بخوبی پیدا کر دیا، اسی لیے نو مسلم افراد کی اسلام قبول کرنے کی سرگزشتیں مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے، کہ ان پر

سب سے زیادہ اثر ترجمہ قرآن نے ڈالا، بے شمار افراد نے محض اس لیے عربی سیکھی کہ وہ ترجمہ قرآن سے جس کلام معجز اثر سے محظوظ ہوئے، اس کے ذوق کی تسکین کے لیے بلاواسطہ ترجمہ عربی متن کے ساتھ قرآن کا مطالعہ کرسکیں.

مترجمین قرآن بطور حاملین قرآن:

ترجمہ قرآن دراصل ایک بھاری دقیق اور عظیم بار ہے، جو مترجم اپنے کاندھوں پر اٹھاتا ہے، ترجمہ قرآن کے نور ایمان، لسانی اعجاز، فقید المثال رفعت علمی اور عملی ترغیبات کے اچھوتے، منفرد اور متاثر کن اسلوب کو 100% غیر عربی اطاعت شعاروں میں متعارف کروانے کا سفر عظیم ہے۔اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ قرآن حکیم کا ترجمہ، محض ایک زبان سے دوسری زبان میں Translation کا کام نہیں، بلکہ (ذاتی آراء اور افرادی جھکاؤ کے بغیر) یہ کتاب مجید فرقان حمید کی ترجمانی کی عظیم ذمہ داری ہے.

دراصل صاحب ترجمہ۔اللہ کے بارے میں شہادت دے رہا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ترکیب یا کلمہ سے یہی معنی مراد لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں شہادت دینے والوں کو عالم قرار دیا ہے.

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّه' لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَاُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ﴾ (سورۃ آل عمران:۱۸)

ترجمہ قرآن کی بنیاد:

لہٰذا مترجم کے علم کی بنیاد تفسیر صحیح پر ہے، نہ کہ تفسیر رائے پر، تفسیر رائے بالاتفاق مذموم ہے، جبکہ تفسیر صحیح کی اساس پانچ چیزوں پر رکھی جاتی ہے:

(1) قرآن کریم (سیاق کلام اور دوسرے مقامات کی روشنی میں)

(2) احادیث مبارکہ

(3) اقوال صحابہ

(4) لغت عربیہ

(5) کلام کے معنی کے مقتضی اور شریعت سے ماخوذ رائے سے۔

پانچویں اساس پہلی چار اساسات کے بعد رکھی گئی ہے کیوں کہ مفسر پانچویں اساس پر اپنی تفسیر کی بنیاد رکھنے میں تبھی کامیاب ہوسکتا ہے جب پہلی 4 بنیادوں کو مدنظر رکھے گا، علامہ سیوطیؒ نے پہلی بنیاد کا تذکرہ نہیں کیا، دیگر چار اساسات گنوائی ہیں، لہٰذا علمی شرائط کا تقاضا ہے کہ مترجم اپنے ترجمہ کی بنیاد ان تفاسیر صحیحہ سے حاصل کرے جس کی اساس ان پانچ چیزوں پر ہو۔

ترجمہ قرآن کے تقاضے:

ماہرین علوم قرآن نے تفسیر اور ترجمہ قرآن کے لیے بہت سی شروط کا تذکرہ کیا ہے انہیں قرآن کے وسیع تر معجزات کے پس منظر میں 4 اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

1۔ ایمانی شرائط

2۔ علمی شرائط

3۔ عملی شرائط

4۔ لسانی شرائط

موضوع میں تقاضے اگر چہ شرائط سے مؤخر ہیں، لیکن میری عاجزانہ رائے میں کسی بھی کام کے تقاضوں سے آگاہی ہی اس کی شرائط کا تعین کرتی ہے، لہٰذا پہلے تقاضوں کا تذکرہ کیا جائے گا پھر شرائط کا۔

1۔ ترجمہ قرآن اصلاح عقائد کے وسیع تر مفاد کے حصول کو یقینی بناتا ہے، لہٰذا اس کا تقاضا ہے کہ قرآن کے بیان کردہ عقائد وایمانیات کا ترجمہ ایسے کلمات وانداز کے ساتھ کیا جائے کہ قاری خطا نہ کھائے۔

2۔ اس کی زبان سادہ، سلیس، رواں اور بے تکلف ہو۔

3۔ ترجمہ قرآن میں معجز اثر کلام کے حقیقی اثرات پیدا کرنے کے لیے عربی الفاظ کو بقدر استطاعت علی حالہ برقرار رکھا جائے۔

4۔ ترجمہ قرآن میں قرآن کریم کے مفہوم و مطلب کو مجروح کرنیوالے ہر پہلو کو نظر انداز کرنا ضروری ہے۔

5۔ وہ دل نشینی، اثر خیزی اور اعجاز آفرینی جو قرآن مجید کے تلاوت کرتے ہوئے محسوس ہوتی اور دلوں کو بیدار کرتی ہے اسے انسانی استطاعت کی کمال مطابقت کے ساتھ برقرار رکھنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔

6۔ زبان و بیان، ترجمہ میں احکام کی ضرورت اظہار کو ترجیح دی جائے، نہ کہ محاورہ زبان کو۔

7۔ ترجمہ محض لطائف وغرائب کا مجموعہ نہ ہو، بلکہ کتاب ہدایت کے ام العلوم ہونے کی شایان شان ہو۔

8۔ ترجمہ قرآن کا تقاضا ہے کہ مختلف سورتوں اور آیات کے خاص نزول یا پس منظر اور آیات کے زمانی ومکانی تعلق کی سب صورتوں کو پیش نظر رکھا جائے۔

9۔ قرآن مجید اپنے مترجم سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ عہد بعہد لسانی تغیرات وارتقاء سے باخبر ہو، خصوصی طور پر اردو زبان کے مترجم کو، کیونکہ ترجمہ قرآن کا تقاضا ہے کہ عہد بعہد لسانی تغیرات وارتقاء کے مطابق اس میں خوبی وکمال اور آسانی پیدا کی جائے۔

10۔ ترجمہ قرآن کا تقاضا ہے کہ اسے ان نکات کے مطابق ڈھالا جائے، جو قرآن مجید کے مفسّر اول محمد رسول اللہ ﷺ کے تفسیر کے ضمن میں فرمودہ انکشافات، صحابہ کرامؓ کے اقوال تفسیر اور ہدایت یافتہ مفسرین کے علمی اور تفسیری دفاتر میں موجود ہیں۔

11۔ ترجمہ قرآن مجید کا عظیم مقصد نفس اور انسانی فلاح اور ارتقاء خیر ہے، لہٰذا اس کا تقاضا ہے کہ صاحب ترجمہ پہلے اپنی اصلاح کا بھرپور جذبہ رکھتا ہو اور اس پر عمل پیرا ہو، نیز انسانی فلاح

اور ارتقائے انسانیت کے افکار اس کے ہاں گنجلک نہ ہوں۔

12۔ ترجمہ قرآن، کلام الٰہی کا ترجمہ ہے نہ کہ کسی گروہ امام یا فقیہ کی کتاب کا، لہٰذا اسے گروہی، فقہی اور ذاتی میلانات کے تعصبات سے پاک ہونا چاہیے۔

13۔ ترجمہ قرآن کی اساس منقول و ماثور معانی پر ہونی چاہیے، اگر چہ منقولات و ماثورات پر مکمل انحصار قرآن میں غور و خوض اور قرآن کریم کے معنی اخذ کرنے کو بالکل ترک کرنے کا باعث ہوگا، منقول و ماثور معانی پر ترجمہ کی اساس کی دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ﴾ (سورۃ النساء:۵۹)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس آیت سے مکمل طور پر یہ مراد لینا درست نہیں، بلکہ آیت کے الفاظ ﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہ ...... ﴾ سے واضح طور پر ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ حکم ان امور یا معانی کے تعین میں ہوگا، جن میں مترجمین کے ہاں اختلاف ہو۔ دوسرا یہ کہ اگر اختلاف نہ بھی ہو اور اس میں قرآن کریم ہی کے کسی دوسرے مقام پر حکم کا اعتبار کیا گیا ہو یا حدیث شریف میں اسکا مطلب بیان کیا گیا ہو تو بھی وہاں انہی معانی پر مشتمل ترجمہ لانا ہوگا، مگر یاد رہے کہ یہ زیادہ تر کلمات مفردہ یا تراکیب میں ہوگا، نہ کہ جملے کی ہیئت میں، کیونکہ کسی دوسری زبان میں ترجمہ کرتے ہوئے اس زبان کا محاورہ جو کہ آیت کریمہ کی بلاواسطہ تفہیم کا حقیقی عکاس ہو، پیش کیا جاتا ہے اور اس میں حروف کی کمی بیشی مترجمین کے ہاں پائی جاتی ہے۔

ترجمہ قرآن کی شرائط:

ترجمہ قرآن کریم کی اہمیت، ضرورت اور تقاضوں کے پیش نظر ترجمہ قرآن کی اہلیت کا تعین کرنے کے لیے ماہرین علوم قرآن نے بہت سی شرائط کا تذکرہ علوم القرآن کی کتب میں کیا ہے، جیسا کہ پیچھے بیان کیا گیا ہے کہ ان شرائط کو 4 تقسیمات کی صورت میں زیر بحث لایا جا سکتا ہے۔ وہ یہ ہیں:

1۔ ایمانی شرائط

2۔علمی شرائط

3۔عملی شرائط

4۔لسانی شرائط

ایمانی شرائط:

ترجمہ قرآن کے لیے سب سے پہلی شرط مترجم کے اعتقادات کا صحیح ہونا ہے، تمام علما کا اس بات پر اجماع ہے او رآداب المفسر میں اس کی وضاحت موجود ہے، یہی وجہ ہے کہ گمراہ اور کافر و مستشرق مترجمین یا مفسرین کے ترجمہ وتفسیر کو مسلمانوں کے ہاں درخور اعتنا نہ سمجھا گیا۔ التفسیر والمفسر ون میں ترجمۂ قرآن کی شرائط میں لکھا گیا ہے کہ مترجم قرآن گمراہ کن عقائد وافکار کا حامل نہ ہو۔عبدالجبار شاکر صاحب نے قرآن کریم کے اردو تراجم کی فہرست سے ایسے ترجموں کو نکال دیا ہے ،وہ سرسید احمد خان اور مسٹر غلام احمد پرویز جیسے مترجمین کے ترجموں کو اردو ترجمے کی روایت میں ایک واضح انحراف کی مثال قرار دیتے ہیں۔علماومفسرین نے گمراہ کن عقائد اور مضبوط ایمان نہ رکھنے والوں کو تفسیری اہلیت سے عاری قرار دیا ہے، کیونکہ ہر مترجم پر اس کے نظریات وافکار کی گہری چھاپ ہوتی ہے اور اگر مترجم قرآن، ایمانیات واعتقادات میں کمزور ہوگا تو تقوٰی کا حصول ناممکن ہوگا۔تقوٰی ہی تو دیانتداری کی بنیاد اور جڑ ہے، یہ نہ رہا تو یقیناً مترجم اللہ کے کلام کو جن معانی وترجمہ پر دلیل بنا رہا ہے اس میں غلط بیانی کرسکتا ہے، تاکہ اپنے گمراہ عقائد کی اشاعت کے لیے لاعلم عوام اور غیر عربی زبان دانوں کو دھوکہ دیا جاسکے۔

1۔ ایمانی شرائط میں سب سے پہلی شرط ارادہ ونیت کی پاکیزگی ودرستگی ہے کہ اعمال کا دارومدار، نیت پر ہے۔

﴿اِنَّما الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتُ......الخ﴾ (بخاری)

پاکیزگی نیت کو ایمانی شرائط میں اس لیے سرفہرست لایا گیا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید

فرقان حمید جو کہ کتاب ایمان ہے میں ایمان بالغیب سے پہلے متقین کا تذکرہ کیا ہے، یہاں متقین سے مراد ظاہر ہے باعمل مومن متقی تو ہو نہیں سکتے، کیونکہ ایمان کے بغیر کوئی شخص متقی اور کتاب ہدایت کا عامل نہیں کہلائے گا۔ لہذا یہاں متقین سے مراد وہی افراد معلوم ہوتے ہیں، جو حق کی قبولیت کی راہ میں اپنی نیت میں کھوٹ پیدا نہیں کرتے اور حق کے راستے پر چلنے کے لیے حیلوں بہانوں کو رکاوٹ نہیں بنانا چاہتے۔ اس شرط کا تقاضا ہے کہ مترجم قرآن ترجمہ قرآن سے پہلے اپنی نیت درست کرے، اسکی نیت اپنے ذاتی افکار وخیالات کی اشاعت نہ ہو، بلکہ محض اللہ کے کلام کا مفہوم غیر عربی عوام تک پہنچانا ہو۔

2۔ مترجم قرآن کے توحید ورسالت کے ساتھ ساتھ کتب ساویہ اور ملائکہ کے بارے میں بھی اعتقادات درست اور اسلام کی تعلیمات کے عین مطابق ہوں اور وہ ان اعتقادات کے تقاضوں سے آشنا ہو، مثلاً توحید پرست مترجم قرآن کا ترجمہ، کسی دینوی غرض کے لیے نہ کرے گا۔ بلکہ محض اللہ کی توحید کو عام کرنے کے لیے کرے گا۔ رسالت محمدیہ علی صاحبھا الصلوۃ والسلام کے احقاق اور مقاصد بعثت کے ساتھ ساتھ رسالت مآب ﷺ کی تشریعی حیثیت کے اثبات، نیز قرآن مجید میں کتب سماویہ اور ملائکہ کے بارے میں جو معلومات دی گئی ہیں ان کی صحیح اور حقیقی ترجمانی کرے گا۔

3۔ تقدیر کے خیر وشر اور آخرت پر ایمان بھی ترجمہ قرآن کے لیے شرط ہے، کیونکہ قرآن حکیم تقدیر اور آخرت پر بحث کرتا ہے۔

4۔ جادو، معجزات اور کرامات کے بارے میں اعتقاد کا درست ہونا بھی ترجمہ قرآن کی شرط ہے، کسی ایسے شخص کو ترجمہ قرآن کی اہلیت حاصل نہیں ہوسکتی جس کو قرآن کے معجزات وکرامات اور جادو کے متعلق قرآن کے پیش کردہ تصورات کا فہم وادراک حاصل نہ ہو، کیونکہ قرآن مجید نے ان تصورات پر کھل کر بحث کی ہے، ترجمہ قرآن کی یہ شرط ہے کہ مترجم

قرآن کریم کے اس مفہوم پر بقدر استطاعت پورا اترتا ہو جو قرآن کریم نے پیش کیا جس سے مختلف تفسیر بالماثور کرنیوالے علما و مفسرین نے اخذ کیا۔

5۔ ترجمہ قرآن کی خدمت باسعادت سرانجام دینے والے کو ذہنی، نظریاتی اور ذاتی میلانات کے اثر سے پاک ہونا چاہیے۔ ترجمہ قرآن کی ایمانی شرائط کا خلاصہ یہ ہے کہ ترجمہ کی بنیاد پاکیزہ اور ایمانیات صحیحہ پر ہو اور پورے قرآن کریم میں کسی ایک مقام پر بھی پیش کردہ ترجمہ اسلام کے دیے ہوئے اعتقادات کی روح کے خلاف نہ ہو، ان ایمانی شرائط کا تقاضا یہ ہے کہ مترجم قرآن اپنا حقیقی جائزہ لے اور اگر وہ جمہور امت کے اجماعی عقائد کے خلاف تصورات ونظریات کا حامل ہے، تو وہ ترجمہ قرآن کرنے کی زحمت نہ کرے۔ یہ شرائط علما سے بھی متقاضی ہیں کہ وہ ان شرائط کے خلاف کیے گئے تراجم سے عوام کو آگاہ کریں۔

علمی شرائط:

قرآن مجید ام الکتاب ہے۔ اسے قاضی ابن العربی نے 70,000 علوم وفنون کا مجموعہ قرار دیا ہے، لیکن یہ قاضی صاحب کی اپنی وسعت ذہانت ہے، دیگر ذہانتوں نے اس سے کس قدر فیض پایا، یہ ایک الگ تحقیقی کام ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن حکیم ام العلوم کے ساتھ ساتھ اس کا ہر لفظ اپنے مقام پر ایک مخصوص معنوی اہمیت کا حامل ہے، بعض الفاظ کے ایک سے زائد معنی ہیں، یہ سلسلہ محض ذو معنی الفاظ وکلمات کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ بعض کلمات قرآنیہ کے تو بیک وقت بیسیوں مفاہیم اور معانی ہیں، ان میں سے کسی مقام پر کوئی خاص لفظ کا ترجمہ کیا ہو سکتا ہے۔ اس کا انحصار مترجم کی علمی حیثیت قواعد وضوابط سے گہری واقفیت اور عربی محاوروں سے بھرپور ذہنی مناسبت پر ہے، قرآن مجید کے عربی متن کا ترجمہ ایک مخصوص اور بہترین فنی مہارت کا متقاضی ہے، مترجم کی ذراسی غفلت ترجمہ قرآن کی غرض ومقصد کو کچھ سے کچھ کر سکتی ہے اور مفہوم ومعانی کو بدل کر رکھ سکتی ہے۔ اس کی مثالیں بھی گمراہ قسم کے مترجمین کے ہاں پائی جاتی ہیں، بہت سے گمراہ قسم کے افراد آج قرآن کریم

کے بہت سے ابدی احکام کو اس نبوی دور مسعود سے خاص کر کے احکام اسلام سے جان چھڑانا چاہتے ہیں، مثلاً پاکستان کے دورہ پر آئے ہوئے گمراہ ایجنڈا کے حامل ایک عراقی شخص نے کہا کہ عہد رسالت میں عربی لمبے لمبے لباس (چغہ) پہنتے تھے، لہٰذا برقع کا حکم مسلمان عورت کے لیے نہیں بلکہ وہ تو برقع کی طرح کا لباس اس وقت عربوں میں معروف طریقہ تھا، اس شخص کے مطابق اسی وجہ سے برقع کو عربوں نے مسلمان عورت میں رواج دے دیا۔

جبکہ حدیث شریف میں تو آتا ہے کہ پردے کے حکم کے نزول پر صحابیات نے رات رات ہی میں اپنے پردے کی چادروں کا اہتمام کیا۔ کہاں پردے کے لیے چادروں کا اہتمام کرنا اور کہاں اپنے علاقائی رواج کو "اسلوب پردہ" باور کرانا......! یہ صحابہ کرام پر یقیناً ایک بڑا اتہام ہے جو کہ عہد نزول قرآن کریم میں مسلمان کی شخصی، اجتماعی، ایمانی اور عملی ارتقائی مراحل سے عدم شناسی یا عمداً چشم پوشی کی مثال ہے۔

یہ سب چیزیں اس امر کا تقاضا کرتی ہیں کہ مترجم قرآن کی علمی حیثیت ممتاز ترین ہو، اور اسے علوم قرآنیہ پر عبور حاصل ہو۔ ماہرین نے قرآن مجید کے ترجمہ مجید و تفسیر، مطالعہ اور فہم حاصل کرنے کے لیے بہت سے علوم گنوائے ہیں، مثلاً

1۔ علم بدء الخلق	2۔ علم التوحید	3۔ علم فلسفہ الٰہیات
4۔ علم المجردات الملائکہ والارواح	5۔ علم الزہد والرقاق	6۔ علم احکام الحلال والحرام
7۔ علم الفرائض والمیراث	8۔ علم المناسک	9 علم القصص
10۔ علم الامثال	11۔ علم المجاز	12۔ علم المحکمات والمتشابہات
13۔ علم التفسیر والاصول	14۔ علم القرات	15۔ علم الرجال
16۔ علم التصوف	17۔ علم الفقہ والاصول	18۔ علم الکلام
19۔ علم اللغۃ	20۔ علم الصرف والنحو	21۔ علم البلاغۃ

22۔علم الحدیث والاصول 23۔علم الجدل والخلاف 24۔علم جغرافیہ
25۔علم تاریخ 26۔علم فلسفہ تاریخ 27۔علم فلسفہ طبیعات
28۔علم ریاضی 29۔علم النجوم والافلاک

ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم نے علوم قرآن میں 11 علوم کو شمار کیا ہے، جن کی مہارت مترجم قرآن کے لیے ازبس ضروری ہے۔

1۔اسباب نزول آیات 2۔تجمیع قرآن 3۔ترتیب قرآن
4۔علم ترجمہ 5۔علم تفسیر 6۔علم الخط والرسم
7۔علم النحو والصرف 8۔تلاوت وتجوید 9۔محکم ومتشابہ
10۔ناسخ ومنسوخ 11۔معرفت سور مکی ومدنی

شاہ صاحبؒ نے فہم قرآن کے لیے علوم پنجگانہ کا تذکرہ کیا ہے۔

1۔علم الاحکام 2۔علم التذکیر بالآء اللہ 3۔علم التذکیر بایام اللہ
4۔علم التذکیر 5۔علم المخاصمہ

جس طرح مفسر قرآن کریم کے لیے علوم پنجگانہ کا علم ضروری ہے یقیناً مترجم قرآن کو بھی ان پنجگانہ علوم پر مہارت حاصل ہونی چاہیے، کہ ترجمہ قرآن کریم ایک بڑی ذمہ داری ہے کیونکہ بہت سے مقامات پر زیر ترجمہ آیت کریمہ کی تفسیر جانے بغیر کلمات کا ترجمہ ممکن نہیں، مثلاً علامہ سیوطی نے تفسیر کے لیے 15 علوم گنوائے ہیں، جس میں انہوں نے پندرھواں علم علم الموھبۃ بتایا ہے یعنی وہ صحیح ذوق اور فہم نیز باطنی نور بصیرت جو انسان کو علم صحیح اور کلام اللہ کی مراد اس کے حقائق اور اغراض ومقاصد کے فہم کی طرح رہنمائی کرے، اسے خالصتاً خداداد کہا جائے تو زیادہ بہتر تعریف ہوگی، علم الموھبۃ اگر چہ اختیاری علوم میں شمار ہوتا ہے، کیونکہ اس علم میں پختگی اور بہتری لانے کے لیے انسانی کاوشوں کو دخل ہے، زہد وتقوی، علمی مشاغل میں فزوں تر دلچسپی، اعمال صالحہ، علمی مذاکروں میں شرکت اور غور وفکر

سے اس علم کو جلا ملتی ہے پس یہ اسی حد تک اختیاری ہے نہ کہ اس درخت کی بنیاد یعنی بیج انسان کے اختیار میں ہے۔

غرض یہ کہ مترجم قرآن کو ایسا مجمع البحور رہنا چاہیے، جس کی علمی وسعتیں ان تمام علوم کو کافی حد تک اپنے اندر سموئے ہوئے ہوں جن کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے، آج تک قرآن کریم کا کسی بھی زبان میں کیا گیا ترجمہ، قرآن کریم کا مکمل ترجمان نہیں کہلوا سکا، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مترجم کسی خاص ذوق کا مالک ہوتا ہے اور کسی خاص علمی دائرہ میں محدود، جبکہ قرآن کریم کسی ایک ذوق کی تسکین کے لیے نہیں، بلکہ ہر ذوق کی تسکین اس میں ہے۔ یہ کتاب مجید، ام العلوم ہے یہی وجہ ہے کہ اس ادب، سلاست، نحوی تراکیب کے اعتبار سے، تفہیم احکام میں لفظی یا بامحاورہ ہونے میں، معانی بالماثور کے اعتبار سے، لغوی اعتبار سے، آزاد زبان کے اعتبار سے اور لسانی ارتقاء کے اعتبار سے، سینکڑوں تراجم قرآن کریم صرف بزبان اردو ملتے ہیں۔

عملی شرائط:

تمام ماہرین علوم قرآن کا اس پر اتفاق ہے کہ اعمال صالحہ کا حامل عالم ہی قرآن مجید کا مترجم یا مفسر بن سکتا ہے، ایسا شخص جو اگرچہ کتنا ہی بڑا عالم، مفکر اور ماہر لسانیات و ادیب ہو، لیکن وحی الٰہی پر عمل پیرا نہ ہو تو کلام الٰہی کے اسرار و معارف اس پر منکشف نہیں ہو سکتے اور نہ ہی اسے فہم قرآن کا کوئی حصہ حاصل ہو سکتا ہے، جس کا دل بدعات و خرافات کی گندگی سے بھرا ہوا، کبر و نخوت اور خواہشات نفسانیہ، حب دنیا اور حرص و طمع اور دیگر اخلاق رذیلہ سے وہ اٹا پڑا ہو، اور وہ گناہوں پر اصرار کرتا ہو تو یہ اعمال سوء، فہم قرآن کے حصول میں رکاوٹ ہوں گے۔ وحی الٰہی کے اسرار و رموز ایسے شخص پر ہرگز نہیں کھل سکتے۔ سورۃ الاعراف کی ایک آیت کریمہ میں تکبر کے حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ﴾

ترجمہ قرآن کے لیے ایک مترجم کو درج ذیل عملی شرائط پر پورا اترنا ہوگا۔

1۔ ترجمہ قرآن کے لیے پہلی عملی شرط قرآن وسنت پر عمل کی نیت اور جذبہ ہے۔

2۔ سنن رسول اللہ ﷺ کے مطابق زندگی ڈھالنا ہے، اس سے بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے لہذا اس شرط پر عمل کرنے سے ترجمہ میں قرآن کا مفہوم حقیقت کے قریب تر کرنے میں مدد ملتی ہے۔

3۔ ترجمہ قرآن بھی تب عمدہ اور معیار مطلوب کے قریب تر ہوگا جب مترجم قرآن کی شخصیت، تقوی اور زہد وخشیت الہٰی کا آئینہ دار ہوگی۔ایک مترجم کہتا ہے۔

''ایک پرہیزگار مسلمان جو زبان عربی پر قادر ہو قرآن کا ترجمہ کما حقہ کرسکتا ہے'' (فکر ونظر ۴۴/۱)

4۔ ترجمہ قرآن کے حسن وخوبی کے لیے ضروری ہے کہ اس کو مسلکی تعصبات سے بالاتر ہونا چاہیے، اور کلمات واوامر ونواہی میں سنت رسول اللہ ﷺ سے ہی معنوی بصیرت حاصل ہونی چاہیے۔

5۔ رزق حلال، قناعت کا التزام اور حرام امور سے حد درجہ اجتناب، کلام الہٰی کے حکیمانہ اسرار ونکات کے فہم میں حائل رکاوٹ دور کر دیتا ہے۔

6۔ عبادت گزاری اور عبادات واذکار کے مسنون سے آگاہی اور ان پر عمل بھی مترجم کے فہم کو قرآن کریم سے قریب تر کرتا ہے۔

ان عملی شرائط کا تقاضا ہے کہ فہم قرآن کی تحاریک ایسے مترجمین کی حوصلہ افزائی کریں، جو متقی، پرہیزگار اور عبادات واذکار کے مسنون آداب کا خیال رکھیں اور ایسے ترجموں کی حوصلہ شکنی کریں جو بے عمل مترجمین کی طرف سے کیے گئے ہوں.

لسانی شرائط:

قرآن مجید کے ترجمہ کی اصل دقت یہ ہے کہ زبان قرآن کے الہامی اثر کو کسی دوسری زبان میں کیسے منتقل کیا جائے اور اسے کیسے قائم رکھا جائے، اور یہ دقت اس لیے ہے کہ قرآن کریم، کلام الہٰی ہونے کی وجہ سے معجز اثر لغوی سرمایے سے مزین ہے اور غیر اللہ کی زبان میں نہ تو وہ فصاحت وبلاغت ہوتی ہے جو قرآن کا طرہ ہے اور نہ ہی انسان کے پاس قرآن مجید کے کلمات وتراکیب کا الہامی اثر کسی

دوسری زبان میں منتقل کرنے کا ملکہ، اور قرآن کریم کا یہ چیلنج ﴿فاتوا بسورۃ من مثلہ﴾ (البقرہ) آج تک برقرار ہے، نہ صرف یہ کہ قرآن کریم کے مقابلے میں کوئی دوسری کاوش نہیں بلکہ قرآن کریم کی ہی ترجمانی میں کوئی مسلم کاوش بھی اس اس چیلنج کا مقابلہ نہیں کرسکی، مولانا عبدالماجد دریا آبادی کا یہ مقولہ کسی حد تک اسی مفہوم کو ادا کرتا ہے

Of the great works the Holy Quran is perhapes the least Tranlatable

(دنیا کے تمام عظیم (علمی) کارناموں میں شاید قرآن کریم سب سے کم ترجمے کی گنجائش رکھتا ہے)

میری اس عاجزانہ اور طالب علمانہ رائے کی تائید بلاواسطہ قرآن کریم کا شغف پالنے والے اور ترجمہ قرآن کریم کے ذریعے دعوت وتبلیغ کا منصب سنبھالنے والے افراد علم کی آراء سے بھی ہوتی۔ اسی بنا پر ماہرین نے ترجمہ کی دو اقسام کیں ہیں، (۱) ترجمہ بالمثل، جسے ناممکن قرار دیا گیا ہے۔ (۲) ترجمہ بغیر المثل جو ممکن تو ہے لیکن وہ صرف قرآن کریم کی ترجمانی کرسکتا ہے translation نہیں؟ قرآن مجید کے لسانی تاثر کو اگر چہ کماحقہ کسی دوسری زبان میں نہ تو تخلیق کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کی جمالیاتی رعنائیوں کا ترجمہ کرنا کسی انسان کے بس میں ہے۔ لسانیات میں مہارت کے بغیر یقیناً ترجمہ قرآن کرنا ناممکن ہے۔ تمام ماہرین علما، مفکرین اور اصولیین نے ترجمہ کے لیے لسانیاتی مہارتیں یعنی بلاغت واعجاز وبدیع، استعارات وتشبیہات اور تمثیلات قرآن کریم کے معجز بیاں کو لسانی حیثیت میں بھی کلام معجز ثابت کرتے ہیں۔ اگر ان معجزات کو قرآن کریم سے نکال دیا جائے تو وہ مقدس، معتبر اور عظیم شاہکار تو ہوگا لیکن قرآن نہیں ہوگا۔ یہ بات اس وقت مزید نکھر کر سامنے آتی ہے جب قرآن کریم کے شاہکار تراجم بھی قرآن یا اس کے معیار مطلوب نہ بن سکے اگر چہ ترجمہ قرآن کریم، انسانی کاوش ہونے کی بناء پر لسان معجز سے تہی دست ہی ہوسکتا ہے لیکن مترجم قرآن اپنی لسانیاتی مہارتوں میں بدرجہ اعلیٰ اضافہ کرنے، اپنے ادبی ذوق کی آبیاری کرنے اور جمالیاتی لطافتوں کا فہم حاصل کرنے اور اسے دوسروں تک پہنچانے میں جس قدر کامیاب ہوگا ترجمہ قرآن حکیم اپنے

مقاصد کے حصول میں اسی قدر بہتر اور مفید ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن حکیم بدیع وبیان (الرحمٰن:۴،۳) اور ترتیب وتالیف کے اس درجہ کمال پر فائز ہے کہ جہاں انسان کا عجز واضح ہو جاتا ہے اور اس میں ہر معنی کو بغیر مبالغہ آرائی کے ٹھیک اس انداز میں بیان کیا گیا ہے جو اس کے لیے موزوں ترین ہے۔

عبدالقادر کے الفاظ میں ''اس (قرآن) میں تو کوئی لفظ اور کوئی کلمہ ایسا نہیں جو اپنی جگہ نگینہ کی طرح نہ جڑا ہو اور جس کے بارے میں کہا جا سکے کہ اگر یہ لفظ یا کلمہ یوں ہوتا تو زیادہ موزوں اور فصیح وبلیغ ہوتا'' قرآن حکیم میں کوئی چیز ادنیٰ درجہ کی نہیں اور نہ ہی کوئی ایسا مقام ہے، جہاں علم وعمل اور ایمان ولسان کے حوالے سے اس پر انگلی رکھی جا سکے۔ اور کوئی انسان ان صلاحیتوں میں اتنا با کمال نہیں کہ اس پر انگلی نہ رکھی جا سکے۔

اگرچہ لسانی شرائط کا نفاذ سب دیگر شرائط کے حامل ہو جانے کے بعد عمل میں آتا ہے، لیکن درستگی عقائد کے بعد قرآن کریم کے ترجمہ میں سب سے زیادہ اہمیت اسی کو حاصل ہے۔ لسانی اعتبار سے بہترین ترجمہ کا درج ذیل شرائط پر پورا اترنا لازمی ہے۔

1۔ قرآن مجید کے اردو ترجمے میں امکانی حد تک عربی الفاظ کو اسی حالت میں برقرار رکھا جائے۔ اردو زبان میں یہ کام اتنا مشکل نہیں کیونکہ ایک تحقیق کے مطابق 75 فیصد قرآنی الفاظ اردو میں مستعمل ہیں۔

2۔ اردو ترجمہ، عربی متن کے جس قدر قریب ہوگا اپنی ترجمانی کے لحاظ سے اسی قدر کامیاب ہوگا۔

3۔ ترجمہ میں زبان کے تقاضوں کی بجائے مفہوم کی وضاحت کو ترجیح دی جائے۔

4۔ مترجم قرآن، زبان ترجمہ کی سادگی، سلاست، روانی اور سہولت سے آگاہ ہو۔

5۔ اگر کسی ایک عربی لفظ کا ایک سے زیادہ اردو الفاظ میں ترجمہ ہو سکتا ہو تو (ا) عربی

متن کے سیاق وسباق (۲) حدیث رسول اللہ ﷺ یا (۳) اقوال صحابہؓ کو مدنظر رکھ کر ترجمہ کیا جائے۔

6۔ قواعد عربی اور انشاء کا لحاظ رکھنا بھی ترجمہ قرآن میں لازم ہے، صرف ونحو کے قواعد پر عبور، ترجمہ کو بہتر بنا سکتا ہے۔

7۔ لغوی مطالب ومفاہیم بھی ترجمہ قرآن میں خاص اہمیت کے حامل ہیں، خصوصاً مختلف مقامات پر ایک جیسے الفاظ وکلمات کا پس منظر سمجھنے کے لیے علم اللغۃ پر مترجم کی مہارت ضروری ہے، لیکن لغوی مباحث کو آیات کے سیاق وسباق اور احادیث مبارکہ پر ترجیح نہ دی جائے۔

8۔ ترجمہ قرآن کی اہلیت صرف اس شخص کو حاصل ہوسکتی ہے جو بیک وقت دو زبانوں میں مہارت رکھتا ہو۔ ان کے روزمرہ محاوروں، استعمال اور دونوں زبانوں کے اسالیب وثقافت کا مکمل ادراک رکھتا ہو۔

9۔ اردو ترجمہ کے لیے عربی اور اردو کے ساتھ ساتھ فارسی کے ذخیرہ الفاظ وتراکیب پر مہارت بھی ترجمہ میں حسن وخوبی پیدا کردے گی۔ کیونکہ اردو زبان میں فارسی الفاظ کا بڑا ذخیرہ مستعمل ہے۔

قرآن مجید کے ترجمہ کی جن شرائط کا ذکر کیا گیا ہے یہ ترجمہ قرآن کو معیار مطلوب کے قریب تر کرنے میں بڑی حد تک مدد دیں گی۔ ترجمہ قرآن کی شرائط اتنی کڑی اور اٹل قسم کی ہیں کہ ان سے انحراف کرکے یا تو (۱) مترجم گمراہی پھیلانے کا سبب بنے گا۔ (۲) مترجم صرف دوسرے مترجمین کی نقل کر سکے گا.

دونوں صورتوں میں ترجمے کے تقاضے پورے نہ ہوسکیں گے اور جس ترجمہ میں اس کے تقاضے پورے نہ ہوں گے تو وہ ترجمہ قرآن اپنی افادیت کھودے گا۔